itsurdu.blogspot.com

سے اُس کو منع کریں گے۔ آپ کو زنان بازاری کا عشق کافی ہے۔ واہ نواب صاحب میں آپ کو ایسا نہ سمجھتا تھا خیر ابھی سویرا ہے۔ مجھے اس ضعیفی میں زحمت نہ دیجئے۔

نواب صاحب کو وجہ برہمی چند ہی لفظوں کے بعد معلوم ہو گئی۔ افشائے راز ایک ایسا جرم ہے جس کی معافی مشکل سے ہو سکتی ہے دیدہ سبز قبا کو روک دینا شاہ صاحب نے تو مُنہ سے کہہ دیا یہاں دل پر جو گذر گئی۔ باغ ارم اور قیصر زمردیں کا خیالی نقشہ اور اس کے ایوان زرکار میں سبز قبا کا جلوہ پیش نظر تھا (دل ہی دل میں کہہ رہے ہیں) بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ سبز قبا روک دی جائے۔ یا اُس کے والدین کو خبر کر دی جائے۔ ہائے سبز قبا پر خفگی پڑے گی۔ میری چاہنے والی کو صدمہ پہونچے۔ یہ مجھے کیونکر گوارہ ہو سکتا ہے) مگر حال یہ ہے کہ مُنہ سے بات نہیں نکل سکتی۔ ناز و نعم میں پرورش پائی۔ ہمیشہ گرد خوشامدیوں کا مجمع رہا۔ جو بات کی بُری یا بھلی سوائے تعریف کے کسی نے پھٹے سے مُنہ تک نہیں کہا۔ مولوی صاحب جن سے کبھی پڑھتے رہے تھے۔ میاں میاں کہتے اُن کا مُنہ خشک ہوتا تھا۔ کانوں نے کبھی اس قسم کی گفتگو نہ سُنی تھی جو آج شاہ صاحب کی زبان سے سُنی۔ دوسرے اس معاملہ میں عشق کی چوٹ لگی ہوئی تھی۔ سبز قبا کی جھلک دیکھ بھی چکے تھے۔ ع۔ بخدا چاہنے کے قابل ہے۔ دل پہلے ہی سے گداز تھا۔ دوسرے افشائے راز جو باوجود فہمائش خلیفہ جی کے عالم خمار میں ہو گیا تھا۔ اس کی وجہ سے اپنا دل خود ہی ملامت کر رہا تھا بیساختہ آنسو جاری ہو گئے۔ شاہ صاحب کا دل پتھر کا نہ تھا جو ایک کم سن صاحبزادے کو روتے دیکھ کر نہ پسیجتا۔ خلیفہ جی سا دل سوز مصاحب پہلو میں تھا۔ اُن کے اشارے اور نگاہیں شاہ صاحب سے بھولے نواب صاحب کی سفارش کر رہی تھیں۔ خلاصہ تقریر یہ کہ۔

شاہ صاحب۔ باباجان ہا! روتے ہو۔

اس کلمے پر اشک کا سیلاب اور زیادہ ہو گیا گرم آنسوؤں کے قطرے سانولے رخساروں پر بہہ کر دامنِ نامرادی پر ٹپکنے لگے۔

خلیفہ۔ (نواب سے) حضور روئیے نہیں۔ شاہ صاحب نے صرف نصیحت کی راہ سے کہا تھا (شاہ صاحب سے) شاہ صاحب خدا کے لئے ہمارے نواب کو نہ رلوایئے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

شاہ صاحب۔ (رومال ہاتھ میں لے کر) نابیٹا تمہارا رنج مجھے گوارہ نہیں۔ تمھیں میرے سر کی قسم نہ روؤ۔ اچھا میں تو کسی نہ کسی طرح بات بنالوں گا۔ اسی اثنا میں دفعتاً شاہ صاحب کی جھونپڑی کے پچھواڑے سے ایک دھماکے کی آواز آئی اس طرح کہ سب چونک پڑے۔

شاہ صاحب۔ (نواب صاحب سے) بس اب رویئے دھوئیے نہیں۔ (خلیفہ جی سے) آپ نواب کو سنبھالئے۔ سبز قبا نے کسی کو بھیجا ہے۔ میں جاتا ہوں۔ دیکھوں کیا پیغام آیا ہے۔ یہ کہہ کے شاہ صاحب اُٹھ گئے۔

نواب صاحب نے جلد جلد آنسو پونچھے۔ سنبھل کے بیٹھ گئے۔

خلیفہ جی۔ دیکھا آپ نے۔ اُس دن کی باتیں سب شاہ صاحب کو معلوم ہوگئیں۔ سارا قصور اُس کمبخت بازاری شفتل کا ہے۔ مفت خفگی دلوائی۔ نواب اس وقت کا آپ کا رونا میرے دل سے پوچھئے واللہ! آپ کی آنکھوں سے جتنے آنسو گرے اتنے ہی قطرے لہو کے میرے کلیجے سے ٹپکے ہوں گے۔ اچھا بی خورشید! جاتی کہاں ہو۔ اس کا بدلہ تم سے لے لیا ہو۔ تو کوئی بات نہیں! لو صاحب ہم نے تو کہا تھا خیر سرکار کی بدولت بچاس روپے ماہوار ان کو ملتے ہیں ملیں۔ ہمارا کیا نقصان ہے مگر وہ تو سر پر چڑھنے لگیں۔ بہتر۔ اب ان کا رہنا ٹھیک نہیں۔ ایک تو سبز قبا کے خلاف ہوگا۔ اس کے علاوہ اور بھی ایک بات ہے جو ہم نے آنکھ سے دیکھی مگر منہ سے نہیں نکالی۔ خیال یہ تھا کہ ہماری سرکار کو اُسکی طرف کسی قدر توجہ تھی۔ کاہے کو ایسی بات کہیں جس سے دشمنوں کو کسی طرح کا ملال پہونچے۔

نواب ابھی تک بالکل خاموش بیٹھے تھے۔ خلیفہ جی کی باتیں لاجواب تھیں اولاً چند کلمات جو محض برا دلسوزی و خیر خواہی عالم جوش میں زبان سے نکل گئے تھے اُن کا تو کچھ جواب ہو ہی نہیں سکتا۔ آخر کار فقرہ ذرا چبھتا ہوا تھا۔ اگرچہ نواب کی تمام توجہ اس وقت سبز قبا اور اس کے قاصد کی طرف تھی جس کی آمد کی خبر اُس دھماکے کی آواز نے دی تھی۔ لیکن رشک بُری بلا ہے۔ اور خلیفہ جی کا آخری جملہ اسی کا مشعر تھا۔ لہٰذا عین عالم محویت میں نواب کے دل میں ایک خلجان سا پیدا ہوگیا۔

نواب۔ وہ کیا بات۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

خلیفہ۔ جی کچھ نہیں۔ وہ آپ سے کہنے کی بات نہیں ہے۔ اب ان خیالات کو جانے دیجئے بازاری عورتوں کا اعتبار ہی کیا؟ مگر یہاں ان باتوں کا محل نہیں ہے۔

نواب خاموش تو ہو رہے۔ اس لئے کہ واقعی یہاں ان باتوں کا محل نہ تھا۔ مگر دل میں رشک نے ایک گہرا نشتر چبھو دیا تھا جس سے گویا دھل دھل خون بہہ رہا تھا۔ اگرچہ بظاہر یہاں ان امور کا محل نہ تھا۔ مگر خلیفہ جی نے جس منشے سے اس تقریر کو چھیڑا تھا اُس پر نظر کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ وقت اور یہی مقام ان باتوں کے لئے ضروری تھا۔ اس کی تو پہلے ہی قسم قسمی ہو گئی تھی کہ جو باتیں شاہ صاحب کے مکان پر ہوں خواہ وہ کسی قسم کی کیوں نہ ہوں اس کا اظہار دوسری جگہ نہ ہو۔ اس لئے اس موقعہ پر یہ دو تین جملے گوش گذار کر دیئے گئے تاکہ سامعہ سے گذر کے دل میں ڈرائیں اور اپنی سمیت خون میں پھیلاتے رہیں تاکہ آئندہ کبھی اُس کا خراب اثر ظاہر نہ ہو۔

اس کے بعد خلیفہ جی نے چند لمحہ سکوت کیا۔ اور گویا نواب صاحب کے ساتھ سبز قبا کے پیغام کا انتظار کر رہے ہیں۔ شاہ صاحب کو گئے ہوئے قریب آدھ گھنٹے کے ہوا۔ آخر کوئی کہاں تک چپکا بیٹھا رہے۔

نواب۔ (چپکے سے) شاہ صاحب کو بڑی دیر لگی۔

خلیفہ۔ جی ہاں مسئلہ بھی تو دقیق ہے۔

نواب۔ کیا؟۔

خلیفہ۔ آپ کو نہیں معلوم قوم اجنہ کو افشائے راز سے چڑھ ہے۔ اور یہ سوتا پے کا معاملہ بُرا ہوتا ہے۔ کہیں آپ نے کچھ اور حال تو خورشید سے نہیں کہہ دیا۔ شاید نشہ میں کچھ زبان سے نکل گیا ہو۔

نواب۔ (چونک کے) لاحول واللہ۔ میں نے اُس دن کی تقریر کے سوا اور کچھ خورشید سے نہیں کہا۔

خلیفہ۔ بس مجھے اسی کا خوف ہے۔ دیکھئے اچھی طرح یاد تو کیجئے۔

نواب۔ تو پھر فکر کرنے لگے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

خلیفہ - ایک بات تو مجھے یاد ہے۔ شاید کل ہی کا واقعہ ہے۔ آپ نے خورشید کے سامنے روپیہ نکالنے کو صندوقچہ کھولا تھا۔ اُس میں سبز قبا کے ہاتھ کی گلوریاں رکھی ہوئی تھیں۔

نواب - ہاں کھولا تھا۔

خلیفہ - بس وہی بات ہوگی۔ ہم تو کہتے تھے۔ اور یہ زور سے جو دھماکے کی آواز آئی یہ خاص خفگی کی علامت ہے۔

نواب - (سہم کے) تو قصور کیا ہوا۔

خلیفہ - یہ کہیئے آپ کو عامل اچھا مل گیا نہیں تو خدا جانے کیا سے کیا ہو جاتا۔

نواب - آخر کیوں۔ ہوا ہی کیا تھا۔

خلیفہ - جی! مجھے یاد پڑتا ہے کہ خورشید نے گلوری ہاتھ میں اُٹھائی۔ اُسے سونگھا۔ آپ سے پوچھا کس کے ہاتھ کی لگائی ہوئی ہے۔ لگانے والی کو گالیاں دیں۔ میں بیٹھا لرز رہا تھا۔ آپ کو اس قوم جن کے حالات معلوم نہیں۔ بڑے نازک مزاج ہوتے ہیں۔

ہماری خالہ کے باغ میں ایک چمپا کا درخت تھا۔ اُس پر ایک جن رہتا تھا کیا مجال تھی کہ کوئی اُس کا پھول سونگھ تو لے۔ سال کے سال جہاں وہ درخت پھولا اور اس کے گرد کانٹے لگا دیئے گئے۔ میرا چھوٹا بھائی مہندی (خلیفہ جی کے خالہ زاد بھائی کا نام تھا) آپ تو جانتے ہیں کیسا شریر ہے۔ ایک دن کانٹوں میں گھس گھسا کے تھوڑے پھول چن لایا۔ اے لیجئے غضب ہو گیا۔ اُسی دن سے جو بخار چڑھا۔ چھ مہینے کامل چارپائی پر پڑا رہا۔ جان کے لالے پڑ گئے۔ کوئی علاج اثر ہی نہ کرتا تھا۔ حکیم، طبیب ڈاکٹر سب اکٹھا ہو گئے۔ مگر کچھ نہ ہوا۔ آخر فال کھلوائی تو یہ حال کھلا۔ اماں نے اُس کا اُتارا کیا۔ جب خدا خدا کر کے وہ اچھا ہوا۔ دیکھئے نواب میں آپ سے ہاتھ جوڑتا ہوں۔ خدا کے واسطے اس معاملے میں بہت احتیاط کیجئے گا۔ ورنہ دشمنوں کو پچھتانا ہوگا۔ آپ اُس گلوری کے اٹھا لینے کو کم سمجھتے ہوں گے۔ واللہ میں قسم شرعی کھا کے کہتا ہوں۔ نواب میرا دل لرز رہا تھا۔ خدا جانے اس وقت کیا قیامت برپا ہو جاتی وہ تو کہئے آپ کو عامل اچھا مل گیا ہے۔ بغیر شاہ صاحب کی مرضی کے سبز قبا کچھ کر نہیں سکتیں۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نواب۔ جناب امیر علیہ السلام کی قسم مجھے اُس کا خیال بھی نہ تھا۔ مگر آپ نے خوب جتا دیا اب خدا چاہے گا ہرگز ایسا نہ ہوگا۔

خلیفہ۔ جی ہاں۔ نواب اب آپ پریوں کے نظر کردہ ٹھہرے۔ آپ کو بہت ہی احتیاط کرنا ہوگی۔ خصوصاً عورت کے پرچھاویں سے بچیئے۔

آج ہم نے غیر کا شکوہ کیا دل کھول کے
ہم تو سمجھے تھے وہ بگڑیں گے مگر چپ ہو رہے

نواب۔ اچھا تو اب گذشتہ را صلوات۔ آئندہ را احتیاط۔ جیسا آپ کہتے ہیں وہی ہوگا۔

خلیفہ۔ میں کیا کہتا ہوں۔ شاہ صاحب دیکھئے کیا کہتے ہیں۔

نواب۔ مجھے یقین ہے شاہ صاحب بھی یہی کہیں گے۔ میں دیکھتا ہوں کہ آپ کو ان امور میں بہت دخل ہے۔

خلیفہ۔ جی ہاں اکثر عالموں کی صحبت رہی ہے خصوصاً شاہ صاحب کی خدمت میں آتے ہوئے بھی ایک زمانہ ہو گیا۔

نواب۔ میں یہ خیال کرتا ہوں آپ بھی کچھ نہ کچھ کرتے ہیں۔

خلیفہ۔ (مسکرا کے ایک ذرا زور سے) جی نہیں۔ میں کیا جانوں۔

نواب۔ ہاں وہ آپ کچھ کرتے بھی ہوں گے تو کہیں گے کیوں۔

خلیفہ۔ (پھر مسکرا کے) سفلی کا کچھ دنوں مجھے بھی شوق رہا ہے۔

نواب۔ پھر کچھ ہوا بھی۔

خلیفہ۔ لونا چماری قبضے میں آ ہی گئی تھی۔

نواب۔ پھر چھوڑ کیوں دیا۔

خلیفہ۔ واقعہ یہ ہوا کہ ایک دن مرگھٹ سے میں نے ایک کھوپری لا کے کوٹھے پر اپنے کمرے میں رکھی تھی۔ وہ کہیں اماں نے دیکھ لی۔ وہ چیخ مار کے دھم سے گر پڑیں۔ والد اُن کی آواز سنکے دوڑے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گئے۔ کھوپری تو وہاں رکھی ہوئی تھی۔ انھوں نے دیکھی۔ والد نے آدمی سے اٹھوا کے پھنکوادی اور مجھ پر بہت خفا ہوئے وہ گھر ہی سے نکالے دیتے تھے۔ آخر جب مجھ سے اپنے سر کی قسم لی مجبوراً ترک ہی کرنا پڑا۔ ساری محنت برباد ہو گئی۔

نواب۔ تو یہ کہیے۔ آپ بھی چھپے رستم ہیں۔

خلیفہ جی۔ جی کچھ بھی نہیں۔ تین برس مفت خاک چھانی۔ مہینوں تو آدھی رات کو مرگھٹ پر گیا ہوں۔

نواب۔ اور آپ کو ڈر نہیں لگتا تھا۔ آدھی رات کے وقت مرگھٹ جانا۔ واللہ کمال کیا۔ مجھ سے تو نہ ہو سکتا۔

خلیفہ۔ آپ ہی کا قول ہے کہ آدمی دل پر رکھ لے تو سب کچھ کر سکتا ہے۔

نواب۔ یہ سچ ہے۔ مگر واللہ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ وہاں بھوت پریت سب ملتے ہونگے

خلیفہ۔ ملتے کیوں نہیں۔ وہاں تو اچھی خاصی بھوتوں کی پنچایت سی ہوتی ہے۔ کوئی بیٹھا چلم اڑا رہا ہے۔ کوئی نکی تان لگا رہا ہے۔ کوئی منہ سے شعلے نکال رہا ہے۔ مزہ تو اس وقت آتا ہے جب آپس میں لڑائی ہوتی ہے۔ پہلے گالی گلوچ ہوئی پھر ہاتھا پائی ہونے لگی۔ ان میں سے ایک جھب سے بھینسا بن گیا دوسرا بھی فوراً ہی بھینسا بن گیا۔ کھٹا کھٹ ٹکر چل رہے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد کتوں کی سی لڑنے کی آواز آنے لگی۔ اے لیجیے دم بھر میں ہاتھی ہو گئے۔ مگر یہ چلنے لگیں نواب قابل دیکھنے کے ہوتی ہے۔

نواب۔ اور یہ مرگھٹ ہے کہاں۔

خلیفہ۔ ایک مرگھٹ۔ شہر میں دس بارہ مرگھٹ ہیں۔ ایک تو یہیں سے تھوڑی دور پر ہے چلیے کسی دن۔

نواب۔ مجھے تو معاف کیجیے۔

خلیفہ۔ علوی میں کیا کم خوف ہوتا ہے۔ جس کا آپ کو شوق ہے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نواب۔ تو کیا میں کچھ ڈرتا ہوں۔

خلیفہ۔ جی نہیں۔ خدا نہ کرے مگر ابھی آپ کیا کہہ رہے تھے۔

نواب۔ جی میں رکھ لوں تو اکیلا چلا جاؤں۔

خلیفہ۔ جب جی پہ رکھئے بھی۔

یہاں یہ تقریر اس حد تک پہونچی تھی کہ دور سے شاہ صاحب کو آتے دیکھ کر دونوں خاموش ہو گئے۔

شاہ صاحب۔ (مسکراتے ہوئے) دیکھئے آپ کی وکالت اب ختم ہوئی۔ خفا ہو گئی تھیں۔ دو مرتبہ پیغام گیا اور آیا۔ وہ عورت جو آپ کے پاس ہے نہایت گستاخ معلوم ہوتی ہے۔ شاید سبز قبا کے ہاتھ کے پان لگے ہوئے اس نے سوگھ لئے۔ اس سے بہت آزردہ ہیں۔ وہ پان آپ کے صندوقچے سے اڑ گئے۔ اب تحفہ تحائف موقوف رہے گا۔ جب تک آپ احتیاط نہ کیجئے گا۔ حکم ہوا ہے کہ کوٹھے والے کمرے کی صفائی کی جائے اور جو رنگ اُن کو مرغوب ہے وہی رنگ پھروا دیا جائے۔ پھر ایک ہفتہ کے لئے یہ کمرہ بالکل بند رہے۔ تاکہ اس میں پرستان کے بخورات سلگائے جائیں۔ پلنگ فرش۔ فروش شیشہ آلات یہ سب سامان وہ خود مہیا کر دیں گی۔ آپ سے کچھ غرض نہیں۔ ایک ہفتہ کے بعد آپ کو کمرہ سجا سجایا ملے گا۔ دوسرے یہ حکم ہوا ہے کہ اس کمرے کی کنجی آپ کے پاس رہے۔ کوئی شخص سوائے آپ کے کمرے میں جانا کیسا۔ کوٹھے تک پر نہ چڑھے۔ اور آپ خود جب جائیے غسل کر کے جائیے۔ جن چیزوں کی آپ کو ضرورت ہوگی وقتاً فوقتاً ملتی رہیں گی۔ رازداری کی مگر تاکید ہوئی ہے اُن کی دی ہوئی کسی چیز پر کسی کا پرچھانواں نہ پڑے۔ آئندہ آپ کو اختیار ہے۔ آپ کے معاملے میں میری عبادت کا وقت اکیس دقیقہ ٹل گیا۔ آپ بھی جا کے آرام کیجئے۔ اور خبردار جیسا کہہ دیا ہے وہی کیجئے گا۔

نواب کے دل میں ہزاروں باتیں قابل استفسار کے تھیں۔ مگر شاہ صاحب کا رعب اس درجہ چھایا ہوا تھا کہ لاکھ لاکھ ارادہ کیا۔ ایک لفظ زبان سے نہ نکلا فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ خلیفہ بھی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ساتھ ہی اُٹھے۔ اور گھر کو روانہ ہوئے۔

دوسرے دن کمرے میں چونہ کاری ہوئی۔ بنزرنگ پھروایا گیا۔ پھر کمرہ حسب ارشاد شاہ صاحب بند کر دیا گیا۔

حلقۂ بگوشِ یار میں بات کسی کی کیوں سنیں
دستِ بدستِ عشق ہے داہنا سے کیا غرض
سنا ہے آج وہ بے پردہ روبرو ہوں گے
نگاہ شوق کو حیرانیاں مبارک ہوں

آٹھ دن خدا خدا کر کے کٹے۔ خورشید سے ترک ملاقات ہو گئی۔ اور کوئی واقعہ اس ہفتہ کا قابل تحریر نہیں ہے۔

آٹھویں دن جمعہ کو سرِ شام خلیفہ جی اور نواب صاحب حسب معمول شاہ صاحب کے مکان پر جاتے تھے گومتی اُس پار گاڑی جہاں کھڑی ہوا کرتی تھی وہاں کھڑی کی گئی۔ دونوں روانہ ہوئے۔ اس وقت رات ہو گئی تھی۔ چاندنی چھٹکی ہوئی تھی۔ سڑک سے شاہ صاحب کے مکان کو جاتے ہوئے کوئی آدھے راستہ پر داہنی جانب دور سے کوئی چیز چمکتی چمکتی نظر آئی نواب اور خلیفہ دونوں کی توجہ اُس طرف ہوئی۔

خلیفہ۔ دیکھئے تو یہ کیا پڑا ہے۔

نواب۔ کچھ ہو گا۔ چلئے بھی۔

ان ہی باتوں میں دونوں قریب پہونچ گئے۔ اب صاف صاف نظر آیا۔ ایک چھوٹی سی ڈبیہ پڑی ہوئی تھی۔

خلیفہ۔ یہ ڈبیہ اُٹھائیے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نواب۔ نہیں صاحب راستہ کی کوئی چیز نہ اٹھانا چاہیئے۔

خلیفہ۔ اٹھایئے تو۔ دیکھ کے پھر پھینک دیجئے گا۔

نواب۔ (کچھ جھک کے) ڈبیہ اٹھالی۔ کھول کے جو دیکھا ایک زمردی اوبزہ اُس میں رکھا ہوا تھا۔

خلیفہ۔ لیجئے مبارک ہو۔ یہ آپ ہی کے واسطے ہے۔ پری نے اپنا حلقہ بگوش کر لیا۔ اب کیا ہے نواب کی باچھیں کھل گئیں۔ اوبزے کو کئی بار دیکھا۔ جی چاہتا تھا چومیں آنکھوں سے لگائیں۔ مگر خلیفہ جی کے سامنے ذرا شرم آئی۔ ڈبیہ جلدی سے جیب میں رکھ لی۔

خلیفہ۔ مگر اب کان چھدانا پڑا اچھا تو اس معاملے میں شاہ صاحب کی مصلحت ضروری ہے۔

نواب۔ کان تو میرا چھدا ہوا ہے۔

خلیفہ۔ جب ہی آویزہ آیا ورنہ کوئی اور عدد بازو بند وغیرہ آتا۔ نواب واللہ تمہارے منہ پر آویزہ کیا ہی بھلا معلوم ہوگا۔

نواب اس کا کیا جواب دیتے۔ مگر دل میں بہت خوش ہوئے۔ خوش خوش شاہ صاحب کے پاس پہونچے جاتے ہی ڈبیہ کھول کے آویزہ دکھایا۔

شاہ صاحب۔ جی ہاں۔ اب تحفہ تحائف کا سلسلہ جاری ہوا۔ آج رات کو یہاں سے جا کے حمام کیجئے حمام میں بہت اہتمام کیجئے گا۔ ایک مرتبہ پانی سے اور ایک مرتبہ کیوڑے گلاب سے نہایئے۔ پھر تہہ بند باندھے ہوئے کوٹھے پر چلے جایئے۔ حمام کے وقت سے کوٹھے پر جانے تک کسی سے بات نہ کیجئے گا۔ کسی عورت کا پرچھانواں نہ پڑنے پائے۔ آج شب کو پری کا دیدار آپ کو نصیب ہوگا۔ مگر حد اعتدال سے ایک قدم آگے نہ بڑھایئے گا۔ ورنہ سب کارخانہ اُسی وقت درہم برہم ہو جائے گا۔ نہ بات کرنے کا قصد کیجئے۔ جب سامنا رہے اُس وقت چھینکنے انگڑائی اور جماہی لینے سے احتیاط کیجئے گا۔ کیونکہ یہ افعال پریوں کے مذاق میں خلاف تہذیب ہیں۔

شراب قاف کی قلم صندوقچہ طلسمی میں ملے گی۔ اُسے نوش کر لیجئے گا۔ حقہ۔ سگریٹ۔ ان چیزوں کی بو اُس کمرے میں کبھی نہ ہو۔ عطر عنبر کے سوا اور کوئی عطر استعمال نہ کیجئے گا۔ گلاب۔ موتیا۔ جوہی۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ان پھولوں کے ساتھ رکھنے کی اجازت ہے۔ وہ ایک گلدستہ (بشرطِ امکان) کوٹھے پر ہمراہ لیتے جایئے گا۔ کل صبح شیر برنج خالص گائے کے دودھ میں پکی ہوئی دریا پر بھجوا دیجئے گا۔ اور ہاں خوب یاد آیا۔ اس آویزے کے بارے میں گفتگو ہو چکی ہے۔ جس وقت سے کان میں ڈالیے گا۔ پھر حتی المقدور اُترے نہ۔ کیونکہ کئی موکل اس پر محافظ ہیں۔ وہ آپ کے ہمراہ رہیں گے۔ اگر کسی وقت اُتار کے غفلت کیجئے گا تو فوراً غائب ہو جائے گا اُس کا غائب ہونا دشمنوں کی خرابی کا نشان ہے۔ سب امور آپ کو مفصل سمجھا دیئے ہیں۔ اس میں سرمو تفاوت نہ ہو۔ مکرر بیان کئے دیتا ہوں کہ پریوں کی دوستی کوئی مذاق نہیں ہے جس طرح اس کا ہونا دشوار ہے اُس سے زیادہ نباہ مشکل ہے۔ جایئے اب دیر نہ کیجئے۔ خدا مبارک کرے۔ فقیر کو دعائے خیر سے یاد کیجئے اور کوئی طمع نہیں ہے۔ مرشد کے حکم سے سب کچھ موجود ہے۔

دس بجے دن کو حکیم صاحب کے مطب میں تخلیہ ہے۔ حکیم صاحب ہیں۔ بی مہری ہیں۔ نبی بخش ہیں اور میاں امجد ہیں سنجیدہ معاملات پر بحث چھڑی ہوئی ہے۔

مہری۔ دیکھئے حکیم صاحب یہ موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیجئے۔ مکان کرائے پر ہو جائے گا۔

امجد۔ کرایہ کیسا۔ میں تو جانتا ہوں گروی رکھ لیجئے۔

مہری۔ وہ گروی کاہے کو رکھنے لگیں۔

امجد۔ اس سے تمھیں کیا مطلب۔ میں تو گروی کرا دوں گا۔

مہری۔ اے ہٹو۔ تم کیا جانو۔

امجد۔ لو ہم جانتے ہی نہیں۔ ہماری خالہ کا مکان ہے۔

مہری۔ ہاں اے لو سچ تو ہے۔ عمدہ کھانم (خانم) تمھاری کھالہ (خالہ) ہیں۔ آہا۔ یہ تو مجھے یاد ہی نہ تھا۔ اچھا تو اب سب بات بن جائے گی۔

نبی بخش۔ یہ کون عمدہ خانم۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

امجد۔ ہماری خالہ۔ مرزا قربان علی صاحب کی جورو (زوجہ)

نبی بخش۔ ہاں تو یہ کہو قربان علی تمہارے خالو تھے۔

حکیم صاحب۔ (نبی بخش سے) یہ کون قربان علی۔

نبی بخش۔ اے حضور وہ جن کا زردوزی کا کارخانہ تھا۔

حکیم صاحب۔ توپ دروازے میں۔؟

نبی بخش۔ جی وہی۔

حکیم صاحب۔ اُن کا ایک لڑکا بھی تو کلکتہ میں ہے؟۔

امجد۔ وہ مدت ہوئے مرگیا۔

حکیم صاحب۔ تو جائداد صاف ہے۔ کسی طرح کا کوئی جھگڑا تو نہیں۔

امجد۔ جی کوئی جھگڑا نہیں۔ بھلا ایسی بات ہے وہ تو میرے گھر کا معاملہ ہے۔

حکیم صاحب۔ اچھا تو عمدہ خانم راضی ہو جائیں گی۔

امجد۔ میں راضی کر دوں گا۔

حکیم صاحب۔ مگر وہ بیچاری ادا کیونکر کریں گی۔

امجد۔ ظاہر میں تو کوئی شکل ادائی کی نہیں معلوم ہوتی۔

حکیم صاحب۔ اور منافع کیا دیں گی۔

امجد۔ حضور منافع و نافع نہیں۔ نہ آپ کا سود نہ اُن کا کرایہ۔

حکیم صاحب۔ لاحول ولا قوۃ۔ سود کیسا؟

امجد۔ جی ہاں بھول گیا۔ وہی منافع۔

حکیم صاحب۔ نہیں بھئی دو روپیہ سیکڑے پر راضی کرو۔

امجد۔ دیکھئے میں کہوں گا۔ مگر وہ جتنا میں نے کہا ہے اُسی پر راضی ہوں گی۔

نبی بخش۔ حضور معاملہ اچھا ہے۔ دیکھ لیجئے مکان بُرا نہیں ہے۔

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

حکیم صاحب۔ کتنے تک، یہ رہن ہو جائے گا۔

امجد۔ تین سو روپے پر۔۔۔

حکیم صاحب۔ اتنے کی تو مالیت نہیں ہے۔

امجد۔ حضور کے کہنے کی بات ہے؟ تین سو سے زیادہ کا تو اس میں پانی صرف ہوا ہوگا۔ اینٹ مصالح کی گنتی نہیں۔

نبی بخش۔ کوئی ڈیڑھ ہزار کا مکان ہے۔

امجد۔ دو سو روپیہ پر۔

حکیم صاحب۔ مکان کی حیثیت تو اتنے کی نہیں۔ مگر اس معاملے کی غرض سے کیا مضائقہ ہے۔

نبی بخش۔ اس وقت اپنا کام نکالنا ہے۔ مکان سے آپ کو کیا غرض۔ مگر وہ موقعہ ایسا ہے کہ جو بات آپ چاہتے ہیں وہ ہو جائے گی۔

حکیم صاحب۔ (کچھ سوچ کے) ہوں۔

مہری۔ ہوں نہیں۔ ایسا موقعہ مشکل سے ملتا ہے۔ یہ آپ کا اقبال ہے۔

نبی بخش۔ واللہ۔ سچ کہتی ہو۔ پھر میاں تو ہمارے ہیں نصیب ور۔

امجد۔ میاں نبی بخش اس مکان کی وجہ سے اس وقت سولہ آنہ کا کام بن گیا۔

جب تک ان لوگوں میں یہ فضول دل خوش کن تقریریں ہوتی رہیں۔ حکیم صاحب کو معاملے کے باب میں فکر کرنے کا وقت مل گیا۔ آخر سر اٹھایا۔

حکیم صاحب۔ مگر ہاں یہ تو کہو مکان بدکس کا قبضہ رہے گا۔

امجد۔ آپ کا قبضہ رہے گا۔ اور کس کا قبضہ رہے گا۔

نبی بخش۔ (پینک سے سر اٹھا کے) ہاں یہی میں بھی غور کر رہا تھا۔

مہری۔ تم تو کچھ واہی ہو۔ کبزہ (قبضہ) کس کا رہتا۔ جو رہن رکھے گا اسی کا کبزہ رہے گا۔ یہ تو ساری دنیا کا دستور ہے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

حکیم صاحب۔ (بات کے پہلو کو سمجھ کے) قبضہ تو رہے گا۔ اور منافع۔

مہری۔ نہ آپ کا منا پھا (منافع) نہ اُن کا کرایہ۔

حکیم صاحب۔ سنو بی مہری بات یہ ہے کہ اُس مکان کی حیثیت اتنے کرائے کی نہیں ہے۔ منافع کم سے کم دو روپیہ سیکڑا تو ہو۔ اس حساب سے چار روپیہ ماہوار بڑا

مہری۔ میں کہتی ہوں حکیم صاحب تم کیسی کیسی باتیں کر رہے ہو۔ ہم نے تو آپ کے فائدے کے لئے ایک بات ٹھہرائی۔ اور آپ منا پھا (منافع) کو دیکھتے ہیں۔

حکیم صاحب۔ یہ سب سچ ہے۔ مگر معاملہ۔ معاملہ کی طرح ہوگا۔ میرے نزدیک انھیں سو روپیہ پر راضی کر دو۔

سو روپیہ کا نام سن کے بی مہری کا منہ پھول گیا۔ تیوری چڑھ گئی۔ میاں امجد کی ابروؤں پر دوہرے دوہرے بل آ گئے۔ میاں نبی بخش کو اگرچہ بظاہر اس معاملت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ مگر پھر بھی نتھنے پھلا کے گردن پھیر لی اور ڈھاک کے پتے سے جلدی جلدی چلم کو دھونکنے لگے۔

واقعی ہمارے حکیم صاحب معاملے کے باب میں بہت ہی سخت تھے۔ تمام اُمیدیں اُس مکان کے رہن رکھنے پر منحصر تھیں۔ مگر جی یہی چاہتا تھا کہ جس طرح بن پڑے روپیہ کم صرف ہو۔ اور منافع پورا ملے مگر جب اہل کمیٹی کا یہ رنگ دیکھا تو کسی قدر اور دبے۔

حکیم صاحب۔ اچھا یہ تو دیکھو اُس مکان کا کرایہ کیا ہے۔

مہری۔ تین روپیہ مہینہ۔

حکیم صاحب۔ اچھا تو بس۔ ڈیڑھ سو لے لیں۔

مہری۔ یہ معاملہ نہ ہوگا۔ جانے دیجئے۔

امجد۔ جانے کیوں دیجئے۔ دیکھو ہم فیصلہ کئے دیتے ہیں۔ دو سو آپ دیجئے۔ ہم چار روپیہ مہینہ کا رخنا کرائے دیتے ہیں۔

حکیم صاحب۔ ہاں یہ ٹھیک ہے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نبی بخش ۔ بھئی کیا بات نکالی ہے ۔ دیکھئے ہمارے فرشتوں کے ذہن میں بھی یہ بات نہ آئی تھی ۔ بھئی کیا بات کو سمجھایا ہے ۔

مہری ۔ اچھا پھر سر خط لکھ دیں گی تو رہیں گی بھی اسی میں ۔

امجد ۔ اور رہنے کہاں جائیں گی ۔

مہری ۔ تو وہ بات تو نہ ہوئی ۔

حکیم صاحب ۔ ایک مشکل سے نکل کے دوسری مشکل میں پڑ گئے ۔ کیونکہ اس مکان کے لئے مقصد اصلی تو یہی تھا کہ بیگم صاحب کے فرش خواب تک کوئی سرنگ لگائی جائے ۔ مگر میاں امجد نے آج حکیم صاحب کی مددگاری کا بیڑا اٹھایا ۔ فوراً اس مشکل کو حل کر دیا ۔

امجد ۔ اچھا گیا ذرا سی بات ہے ۔ اس کا بندوبست بھی ہم کر دیں گے ۔ وہ تو ہمارے گھر کی بات ہے ۔ جب آپ کا جی چاہے تشریف لائیے گا ہم مکان بے پردہ کرا دیا کریں گے ۔

حکیم صاحب ۔ (یہ سن کے چہرے پر بشاشت کے آثار ظاہر ہوئے) ہاں وہ بڑھیا تو ہیں ایک کونے میں پڑی رہیں گی ۔

نبی بخش ۔ یہ بھی خوب ہے ۔ اس لئے کہ کرایہ دار رکھا جاتا تو وہ اپنے گھر میں کاہے کو آنے دیتا ۔ اگر مکان پڑا رہتا تو رات کو سونے کے لئے آدمی نوکر رکھنا پڑتا ۔ (دل میں ۔ حکیم صاحب اور آدمی تو قیامت تک نوکر نہ رکھتے مجھ ہی کو ناحق تکلیف دیتے)

حکیم صاحب ۔ اور یہ تو کہو کرایہ کہاں سے ادا کریں گی ۔

امجد ۔ ان کا بھتیجا کما کے خرچ بھیجتا ہے اس میں سے دیں گی ۔

حکیم صاحب ۔ کیا مہینہ آتا ہے

امجد ۔ پانچ روپیہ مہینہ آتا

حکیم صاحب ۔ پانچ روپے میں سے چار روپے تو کرایہ دیں گی ۔ اور کھائیں گی کیا ۔

امجد ۔ خدا رزاق ہے ۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

حکیم صاحب۔ یہ صحیح ہے۔ مگر یہ اسباب ظاہر۔

امجد۔ (ذرا تیور بدل کے) آپ تو بات پوچھتے ہیں بات کی جڑ پوچھتے ہیں۔ آپ کو ان جھگڑوں سے کیا۔ کرایہ اپنا پچھلے مہینے چار روپیہ ماہوار کے حساب سے سب لے لیجئے گا۔

حکیم صاحب۔ پچھلے مہینے!۔

امجد۔ پچھلے مہینے تو کلکٹہ سے خرچ آتا ہے وہی پچھلے مہینے آپ کو دیں گی۔

حکیم صاحب۔ اچھا۔ یونہی سہی۔

حکیم صاحب کو چند لمحہ اس معاملے میں ذرا تردد ہوا تھا۔ مگر اس خیال سے کہ مکان میں کم سے کم چار سو روپیہ کی لکڑی کا ہے۔ اینٹ بھی کم سے کم سوا سو روپیہ کی نکل ہی آئے گی۔ اگر کرایہ نہ وصول ہوگا تو نالش کر کے مکان کو قرق کرا کے نیلام پر چڑھا دوں گا۔ پھر اپنے ہی نام چھڑوا لوں گا۔ بڑھیا کا مکان اب اُسے نہیں ملتا۔

اس کے بعد تھوڑی دیر تک مدت رہن کے بارے میں کچھ گفتگو رہی۔ آخر دو برس پر طے ہوا قطعی اختتام معاملے کا اصل مالک کی رضامندی پر رہا۔ چلتے وقت میاں امجد نے پانچ روپیہ بمد پیشگی وصول کئے۔ حکیم صاحب مکان میں تشریف لے گئے۔ دفتر جعل سازی کی بند ہوئی۔ پانچ روپیہ کا اُسی وقت حصہ بانٹ ہو گیا۔ تین روپیہ میاں امجد کے حصے میں آ گئے۔ ایک بی مہری نے اپنے بٹوے میں ڈالا۔ ایک میاں نبی بخش نے اپنے نیفہ میں رکھ لیا۔

رجسٹرار کے دفتر میں ایک ڈولی رکھی ہوئی ہے۔ ایک لنگوٹی باندھے ڈولی کے پاس بیٹھی ہے چنی لال عرائض نویس نے رہن نامہ لکھ کے تیار کیا ہے۔ حکیم صاحب گاڑی میں تشریف رکھتے ہیں۔ میاں امجد نے رہن نامہ پر علامت نشانی بنائی ہے۔ کاغذ رجسٹرار صاحب کے ہاتھ میں پہونچا ہے چند ہی منٹ کے بعد پکار ہوئی۔ عمدہ خانم کی ڈولی رجسٹرار صاحب کے سامنے گئی۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

رجسٹرار۔ عمدہ خانم روپیہ پایا؟۔

عمدہ خانم۔ (ڈولی میں سے) حضور ابھی بیس روپیہ پائے ہیں۔ یہ اُس کی رسید ہے۔ باقی ایک سو اسی روپیہ اس وقت حضور کے سامنے دیا جائے گا۔

حکیم صاحب۔ ایک سو اسی روپیہ گن کے عمدہ خانم کو دیتے ہیں۔

عمدہ خانم۔ (ڈول کے اندر روپیوں کو گن کے) حضور پایا۔

رجسٹرار۔ کتنا روپیہ ہے۔

عمدہ خانم۔ ایسا کہ چار پچیس پچیس اور چار بیس۔

امجد۔ تو وہی ایک سو اسی ہوئے نا؟۔

رجسٹرار (امجد سے) دل تم کون؟۔

امجد۔ حضور یہ میری خالہ ہیں۔

رجسٹرار۔ تم شناخت کرتا۔

امجد۔ حضور۔

رجسٹرار۔ تم کو کون پہچانتا ہے۔

چنولال۔ عرائض نویس آگے بڑھ کے۔ حضور میری شناخت ہے۔

رجسٹرار۔ عمدہ خانم کی کوئی اور شناخت بھی ہے۔

چنولال۔ حضور دست راست کی کلائی کے پاس ایک خال سیاہ ہے۔

رجسٹرار۔ دکھا سکتا ہے؟۔

چنولال۔ (ڈول کی طرف منہ کر کے) عمدہ خانم ہاتھ دکھاؤ۔

ڈول سے ہاتھ باہر نکلا۔ رجسٹرار صاحب نے چشمہ لگا کے خال سیاہ کو ملاحظہ کیا۔

رجسٹرار۔ (عبارت ظہری تحریر کر کے) اور یہ دوسرا کاغذ کیسا ہے۔

محرر فشی۔ یہ سرخط ہے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

رجسٹرار۔ کاتب کا نام!۔

محرر پیشی۔ عُمدہ خانم۔

رجسٹرار صاحب نے رہن نامہ اور سرخط دونوں کاغذوں کی تصدیق کی عبارت انگریزی پشت دستاویز پر تحریر کی۔ دونوں کاغذ دفتر میں گئے۔ داخل خارج حکیم صاحب کے نام لکھوائی گئی۔ معاملہ رہن کی توثیق شہادت کی تصدیق۔ مرتہنہ کی شناخت یہ سب امور باضابطہ طے ہو گئے۔ مکان میں دوسرے ہی دن سے مدد لگادی گئی۔ شکست وریخت کی مرمت ہونے لگی۔ اور مرمت کے ساتھ ہی ساتھ اور کچھ تغیرات مناسب مکان میں کئے گئے۔

ایک دن رقیب سے بھی بگڑنا ضرور ہے

میرے تمھارے بگاڑ اس بات پر کبھی

ابھی تو ہم سے بگڑی ہے مگر اتنا یاد ہی رکھنا

ہمیں کام آئیں گے اُس وقت جب غیروں سے بگڑیگی

itsurdu.blogspot.com

خورشید تھی تو رنڈی۔ مگر حد کی وضعدار تھی۔ سیرت اور صورت دونوں بہت کم جمع ہوئے ہیں خصوصًا شاہدان بازاری میں جس دن خلیفہ جی سے نواب کے سامنے بحث ہوئی۔ اُسی دن اُس کو معلوم ہو گیا تھا کہ اب میرا رہنا اس سرکار میں محال ہے۔ خلیفہ جی کی جعل بندیوں سے وہ بخوبی واقف تھی اُس کو معلوم تھا کہ نواب اب دام فریب سے نہیں نکل سکتے۔ نواب سے اُس کو کسی قدر محبت بھی تھی مگر وہی محبت جو اس قسم کی عورتوں کو ہو سکتی ہے۔ نہ ایسی کہ جیسی نیک بخت بیبیوں کو اپنے شوہر سے ہوتی ہے۔ ان دونوں محبتوں میں افراط وتفریط اور اعتدال کی نسبت ہوتی ہے۔ یعنی یا تو ایسی عورتیں حد سے زیادہ چاہنے لگتی ہیں۔ یا بہت ہی کم۔ یا بالکل نہیں۔ اور بی بی کی یکساں حالت رہتی ہے۔ خورشید کو بھی نواب سے محبت تھی مگر اس طرح کہ جیسی اُس نوکر کو اپنے آقا سے ہوتی ہے جو اپنے فرائض منصبی کو سمجھتا ہے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ایسا تو نہ تھا کہ جب خورشید کی تنخواہ بند کر دی گئی تو وہ اُسی طرح نواب کے پاس آیا جایا کرتی۔ یہ اُس کے ذلیل پیشہ کے خلاف تھا۔ ہاں البتہ ترک تعلق کے بعد بھی وہ نواب کی دشمن نہ ہوئی۔ نہ اُس نے کبھی گالیاں دیں۔ نہ کوسا۔ نہ اُن کا پیچھا کیا بلکہ خلیفہ جی کے طرز سلوک سے متنبہ ہو کر اُس نے خود ہی کنارہ کشی کی۔ اور وہ بھی اس خوبصورتی سے کہ نواب کو ناگوار بھی نہ ہو۔ اُس نے کچھ حیلہ حوالہ کر کے نواب سے رخصت لی۔ اور کچھ دنوں کے لئے الہ آباد چلی گئی۔ اور چند ہی روز وہاں رہ کر لکھنؤ چلی آئی اور گھر میں بیٹھ رہی۔ اسی اثنا میں اُس نے ایک مہاجن کے لڑکے سے دوستی بڑھائی اور اُسی در ماہے پر جو نواب دیتے تھے۔ اُس کی نوکر ہو گئی۔

ترک تعلق کے بعد اب اُس کو جس قدر نواب کا خیال اور ان کے مٹنے کا افسوس رہ گیا تھا وہ بھی ایسی عورتوں کو کم ہوتا ہے۔ اُس نے کبھی اپنی زبان سے نواب کی مذمت نہیں کی۔ نہ جوتی کی نوک پر مارا نہ اپنی ایڑی چوٹی پر سے صدقے کیا۔ حقیقت حال تو صرف اسی قدر تھی جو ہم نے معتبر ذریعوں سے معلوم کر کے تحریر کی ہے۔ مگر خلیفہ جی نے اُس بیچاری کی مخالفت کو نواب کے دل میں مضبوط کر کے اس کی طرف سے دل پھیر دیا۔ بلکہ دشمن بنا دیا۔ کچھ تہمتیں بھی اُس پر لگائیں۔ جن کی کچھ اصل نہ تھی۔ مثلاً میر کاظم علی ایک جوان رعنا جو نواب کے ساتھ کے کھیلے ہوئے تھے اور اُن سے اور بھی کچھ خصوصیات قدیمانہ تھے۔ نواب کے وفادار دوستوں میں تھے اور بسبب شرافت خاندانی کے خلیفہ جی سے دبتے نہ تھے۔ نواب کی سرکار سے اُن کو دس روپیہ ماہوار بڑے نواب کے وقت سے ملتے تھے۔ رفیقوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ اُن کے والد میر باقر علی صاحب بڑے نواب مرحوم کے ساکھے کے دوستوں میں تھے۔ اور زمرہ رفقا میں تنخواہ بھی پاتے تھے۔ بڑے نواب کے مرنے سے کوئی سات آٹھ برس پہلے انھوں نے انتقال کیا۔ اُس زمانے میں میر کاظم علی کا سن دس گیارہ برس کا تھا۔ چونکہ کوئی ذریعہ معاش کا نہ تھا۔ ان کی والدہ بہت ہی پریشان تھیں۔ مگر بڑے نواب نے باپ کا اسم بیٹے کے نام کر دیا۔ اور تعلیم تربیت کے لئے بہت تاکید کی۔ چھوٹے نواب کے ساتھ ہی انھوں نے پڑھا لکھا۔ خلاصہ یہ کہ بڑے نواب نے ان کو مثل بچوں کے پرورش کیا تھا۔ اور مثل اپنے فرزند کے سمجھتے تھے۔ جس زمانے میں خلیفہ جی معاملات میں دخیل

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہوئے میر کاظم علی کربلا گئے ہوئے تھے۔ جب یہ کربلا سے ہو کے آئے ہیں خلیفہ جی کا زہر کام کر چکا تھا چھوٹے نواب کی سرکار کو میر کاظم اپنا گھر سمجھتے تھے۔ اُن کو یہ کیا معلوم تھا کہ یہاں معاملات کا رنگ ہی بدل گیا میر کاظم علی کے مزاج میں بچپن سے ایک طرح کی صلاحیت تھی پانچوں وقت کی نماز پڑھتے تھے اور زیارت سے واپس آنے کے بعد وقت فضیلت کا لحاظ بھی ہو گیا تھا۔ جیب میں ان کے خاکِ شفا کی تسبیح رہتی تھی۔ منہیات سے بالکل احتراز تھا۔ گنجفہ۔ چوسر وغیرہ تک سے تائب ہو گئے تھے۔ علم موسیقی سے ان کی طبیعت کو بہت لگاؤ تھا۔ لے سُر سے اچھی طرح واقف تھے۔ آواز بھی قیامت کی تھی کربلا سے واپس آنے کے بعد انھوں نے گانا بھی چھوڑ دیا۔ صرف سوز پڑھتے تھے۔ یہ سب کچھ تھا۔ مگر آخر جوان آدمی تھے۔ صحبت نواب زادوں کی پائی تھی۔ یہ آخری توبہ نہ چلی۔ دوستوں کی صحبت میں سوز خوانی کا ہر وقت موقعہ نہیں ہوتا آخر یاروں نے مجبور کر کے اس توبہ کو تڑوا دیا گانے لگے۔ خورشید نے بھی تعلیم اچھی پائی تھی۔ مگر آواز بڑی تھی۔ اس لئے وہ اس فن میں زیادہ ترقی نہ کر سکے۔ میر کاظم علی کی شکست توبہ کا عذر اب زیادہ تر خورشید کی گردن پر تھا۔ اُس کو میر صاحب کا گانا بے حد پسند تھا۔ ایک تو یہ سبب موافقت کا تھا دوسرے بزقاب کے معاملے میں بھی میر کاظم علی خورشید کے ہم زبان تھے۔ ان کے نزدیک بھی یہ محض افسانہ تھا۔ چھوٹے نواب نے خراب خواری میر کاظم علی کی غیبت میں شروع کی تھی۔ اور اُن کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ میر صاحب ہرگز اس میں شریک نہ ہوں گے۔ اس سبب سے نواب ان کے سامنے اس شغل کو نہ کرتے تھے۔ اس وجہ سے وہ اب مخل صحبت تھے یہ اسباب مخالفت کے قدرتی موجود تھے۔ خلیفہ جی نے ایک اور جوڑ مارا۔ کسی موقعہ پر نواب کے کان میں پھونک دیا کہ خورشید اور میر صاحب میں خفیہ تعلق ہے۔ وہ ان پر مرتے ہیں۔ یہ اُس پر جان دیتے ہیں۔ اُن وجوہ کی وجہ سے جو ہم نے اوپر بیان کئے ہیں۔ یہ فقرہ ایسا چلتا ہوا تھا کہ چھوٹے نواب کو یقین ہی تو ہو گیا۔

میر کاظم علی مزاج کے بھلے تھے۔ جب اُن کو اشارۃً وکنایۃً اس امر کی اطلاع ہوئی وہ بھی خفا ہو کے گھر میں بیٹھ رہے۔ تنخواہ کی طرف سے اطمینان تھا۔ اس لئے کہ اُن کی تنخواہ کوئی بند نہیں کر سکتا تھا بیگم صاحب کی سرکار سے ملتی تھی۔ میر کاظم علی کا گھر میں بیٹھ رہنا چھوٹے نواب کے حق میں اور ہی سم ہو گیا چھوٹے نواب۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کی صحبت میں کوئی دلسوز اُن کا باقی نہ رہا تھا۔ مگر وہ مجبور تھے۔ اس لئے کہ خلیفہ جی کی مخالفت کا وہ جواب کیا دیتے۔ دنیا کے جعل و فریب سے بالکل آگاہ نہ تھے۔ اُس پر مزاج کا بھلا پن اور بھی قیامت تھا۔ بلکہ انھوں نے عقلمندی کی کہ اس صحبت سے کنارہ کیا۔ ورنہ ممکن تھا کہ کسی قسم کی تذلیل ہو جاتی۔

وہ مکان جس کے رہن کے معاملے کا ذکر کیا گیا ہے میر کاظم علی صاحب کی پھوپھی کا تھا۔ اگرچہ خلیفہ جی اور میر کاظم علی میں اتفاق نہ تھا مگر دونوں ایک ہی سرکار سے توسل رکھتے تھے۔ اس لئے اُس مکان کا تخلیہ کتنی بڑی بات تھی۔ اور درحقیقت تخلیہ کی ضرورت ہی نہ تھی اُس لئے کہ مدتوں سے خالی پڑا تھا۔ صرف آٹھ آنہ کے اسٹامپ پر معمول عبارت سرخط لکھ دینا اور ایک مہینہ پیشگی بھجوا دینا کافی تھا۔ مکان خلیفہ جی کے قبضے میں آگیا۔ اب اس پر امامن مہری اور خلیفہ جی دونوں کا قبضہ مشترک تھا۔ باہر کے قفل کی دو کنجیاں تھیں۔ ایک بی مہری کے بٹوے میں۔ اور دوسری خلیفہ جی کی جیب میں رہتی تھی۔ حیثیت مکان کی یہ تھی۔ نیچے دو طرفہ دالان در دالان دونوں طرف اکہرے دالان تھے۔ دو زینے کوٹھے پر جانے کے تھے دوہرے دالانوں پر دونوں طرف کوٹھے پر ایک ایک کمرہ بنا ہوا تھا۔ اُس کے آگے سائبان تھا۔ ہر ایک کے سامنے مختصر صحن تھا۔ اور مکان کے صحن کی طرف قنات دیوار پردے کی تھی۔ راستہ دونوں کمروں کا دو علیحدہ علیحدہ زینوں سے تھا۔ دونوں کوٹھوں پر دو خانہ دار علیحدہ رہ سکتے تھے۔

نیچے کا مکان بالکل خالی چھوڑ دیا گیا تھا۔ ایک طرف کا کمرہ اس مکان کے کوٹھے سے ملحق تھا۔ جس میں بیگم صاحب رہتی تھیں۔ اور دوسری طرف کا کوٹھا دیوان خانے سے ملا ہوا تھا۔ جس میں بالفضل چھوٹے نواب تشریف رکھتے تھے شاہ صاحب نے اسی دیوان خانے کے بالاخانے کی ارائشگی کا حکم دیا تھا۔ یہ ایک مختصر سا کمرہ تھا اُس کے سامنے نواب صاحب کی فرمائش سے چوبی سائبان سبز رنگا ہوا لگا دیا گیا۔ اندر کمرے میں سبز رنگ پھروا دیا گیا اُس کے بعد بخورات سلگا کے کمرہ بند کر دیا گیا۔ تین دن بدستانی آرائش کے لئے دیئے گئے۔ چوتھے دن جمعرات کو سرِ شام کمرہ کھولا گیا۔ اب جو دیکھا تو کمرہ دُلہن کی طرح سجا ہوا ہے۔ سبز چھت۔ سبز قمقمے۔ سبز پردے

itsurdu.blogspot.com